علم تفسیر

علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ نے اپنے شہرہ آفاق مقدمہ میں لکھا ہے کہ قرآن حکیم عربوں کی لغت اور اس کے اسالیب بلاغت میں نازل ہوا ہے۔ وہ اس کے معانی کو مفردات وتراکیب کے لحاظ سے سمجھتے تھے۔ نیز قرآن جملوں اور آیات کی صورت میں توحید اور فرائض دینیہ کے بیان کے لیے حسب ضرورت نازل ہوتا رہا۔ بعض آیات عقائد ایمانیہ پر مشتمل ہیں، بعض ظاہری احکام کو بیان کرتی ہیں، بعض مقدم اور بعض مؤخر ہیں۔ بعض مؤخر، مقدم کے لیے ناسخ ہوتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ مجمل کی تفسیر خود بیان فرماتے تھے اور ناسخ ومنسوخ میں خود ہی امتیاز فرماتے تھے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس کو جانتے تھے اور آیات کے اسباب نزول بھی وہ پہچانتے تھے اور اس کے منقول ہونے کے حال کا مقتضی بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے: اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ۔ اس آیت کریمہ نے نبی کریم ﷺ کے وصال کی خبر دی۔

علامہ موصوف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قرن اول سے قرآن سینہ بسینہ منتقل ہوتا آیا ہے حتیٰ کہ اس کے معارف، علوم کی صورت اختیار کر گئے اور ان پر کتب کی تدوین ہونے لگی، علوم قرآنیہ کے متعلق آثار واخبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ سے منقول ہیں۔ یہ سلسلہ طبری، واقدی اور ثعلبی رحمہم اللہ جیسے مفسرین تک پہنچا۔ پس انہوں نے اس کے متعلق آثار نقل فرمائے۔

پھر علوم لسان، کلام کی ایک صنعت بن گئے، مثلاً لغت، احکام، اعراب اور تراکیب میں بلاغت وغیرہ۔ اس کے بعد کتب مدون کی گئیں اس کے بعد کہ وہ تمام چیزیں عربوں کے ملکہ میں تھیں جن میں کسی نقل اور کتاب کی طرف رجوع نہیں کیا جاتا تھا۔ پھر اہل زبان کی کتب سے یہ علوم حاصل کیے گئے۔ پھر قرآن حکیم کی تفسیر میں اس کی ضرورت محسوس کی گئی کیونکہ قرآن عربی لغت میں تھا اور ان کے منہاج بلاغت پر تھا۔

تفسیر کی اقسام اور اس کے مناہج کے متعلق رقم طراز ہیں: تفسیر کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ تفسیر نقلی جو سلف صالحین سے منقول ہوتی ہے اور ناسخ اور منسوخ، اسباب نزول اور رائے کے مقاصد کی پہچان ہے اور یہ تمام صرف اور صرف صحابہ اور تابعین کی نقل سے معلوم ہوتی ہے۔

اور دوسری تفسیر کی قسم وہ ہے جس میں لغت، اعراب اور بلاغت کی معرفت کے لیے لغت کی طرف رجوع کیا جاتا ہے تا کہ مقاصد واسالیب کے مطابق معنی معلوم ہو جائے۔

تفسیر کی ضرورت

امام سیوطی رحمہ اللہ الاتقان میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو ایسی زبان کے ذریعے خطاب فرمایا جس کو وہ سمجھتے تھے۔ اس لیے اس نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان کے ساتھ مبعوث فرمایا اور اپنی کتاب کو ان کی لغت پر نازل فرمایا۔ تفسیر کی

ضرورت ایک قاعدہ کو سمجھنے کے بعد ذکر کی جائے گی۔ اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ ہر انسان جو بھی کتاب لکھتا ہے وہ اس طریقہ پر لکھتا ہے کہ وہ بغیر شرح کے سمجھی جا سکے لیکن شرح کی ضرورت تین امور کی وجہ سے پڑتی ہے:

ا۔ مصنف کا کمال فضیلت: چونکہ وہ اپنی تبحر علمی کی وجہ دقیق معانی کا سمندر ایک مختصر عبارت میں سمو دیتا ہے۔ بعض اوقات اس کی مراد کو سمجھنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ پس ان خفیہ معانی کے انکشاف کے لیے شروح کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ بعض ائمہ نے اپنی تصانیف پر خود شروح لکھی ہیں جو دوسروں کی شروح کی نسبت معنی و مراد پر زیادہ دلالت کرتی ہیں۔

۲۔ کبھی مصنف بعض مسائل کو مکمل نہیں کرتا اور اس کی شرائط کو ذکر نہیں کرتا یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ واضح ہیں یا یہ سوچ کر چھوڑ دیتا ہے کہ یہ دوسرے علم سے متعلق ہیں۔ پس شارح کو محذوف کے بیان اور اس کے مراتب کی وضاحت کی ضرورت پڑتی ہے۔

۳۔ کبھی لفظ کئی معانی کا احتمال رکھتا ہے جیسے مجاز، اشتراک اور دلالت التزام میں ہوتا ہے۔ پس مصنف کی غرض اور اس کی ترجیح کے بیان کا محتاج ہوتا ہے۔

اور تصانیف میں کبھی انسان سے سہواً کوئی غلطی واقع ہو جاتی ہیں یا کسی چیز کا تکرار ہو جاتا ہے یا کسی مبہم کو حذف کر دیتا ہے۔ پس شارح کو اس بات پر آگاہ کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا تو ہم کہتے ہیں:

قرآن حکیم افصح العرب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں عربی زبان میں نازل ہوا اور وہ لوگ اس کے ظواہر اور احکام کو جانتے تھے۔ لیکن اس کے باطنی دقائق، بحث و نظر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرنے کے بعد ظاہر ہوتے تھے جیسا کہ ارشاد ربانی نازل ہوا وَ لَمْ يَلْبِسُوٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ (انعام:82) تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی ہم میں سے کون ہے جو ظلم نہیں کرتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظلم کی تفسیر شرک سے بیان فرمائی اور اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝۱۳ (لقمان) کے قول سے استدلال فرمایا۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آسان حساب کے متعلق سوال فرمایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس سے مراد اعمال کا پیش کرنا ہے۔ اسی طرح حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے خیط ابیض اور خیط اسود کے متعلق سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی وضاحت صبح کی سفیدی اور سیاہی سے بیان فرمائی۔ اس کے علاوہ بھی صحابہ کرام نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چند استفسارات کیے۔

پس ہم بھی اسی طرح تفسیر کے محتاج ہیں جس طرح صحابہ کرام اس کی تفسیر کے محتاج تھے۔ نیز ہم ان چیزوں کے بھی محتاج ہیں جو بغیر سیکھے ہم نہیں سمجھ سکتے جنکا مدار احکام لغت پر ہوتا ہے۔ جبکہ وہ لوگ ایسی چیزوں کے محتاج نہیں تھے۔ پس ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نسبت تفسیر کے زیادہ محتاج ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ قرآن کی تفسیر کبھی مختصر الفاظ کی ہوتی ہے اور کبھی ان کے معانی کے انکشاف کے متعلق ہوتی ہے اور کبھی بعض احتمالات کو بعض پر ترجیح دینے کے لیے ہوتی ہے۔

علم تفسیر کا شرف اور اس کی فضیلت

امام سیوطی، علامہ الاصبہانی رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ سب سے بلند مرتبہ کام جو انسان کرتا ہے وہ قرآن کی تفسیر ہے۔ اس کی تحقیق یہ ہے کہ صنعت کا شرف اس کے موضوع کے شرف کی وجہ سے ہوتا ہے جیسے صیاغت (سناروں والا کام) دباغت (چمڑہ رنگنے کا کام) سے افضل ہے۔ کیونکہ صیاغت کا موضوع سونا اور چاندی ہے اور یہ دونوں دباغت کے موضوع سے افضل ہیں جو مردار کی جلد ہے۔ یا مقصود کے شرف کی وجہ سے اس کام کو شرف حاصل ہوتا ہے جیسے طب کی صنعت۔ یہ کناست (جھاڑو دینا) کی صنعت سے اشرف ہے کیونکہ طب کا مقصود صحت کا افادہ ہے اور کناست کا مقصود آرام کی جگہ کی صفائی ہے۔ یا اس کام کا شرف اس کی شدت احتیاج کی وجہ سے ہوتا ہے جیسے فقہ۔ کیونکہ فقہ کی ضرورت طب کی ضرورت سے زیادہ ہے۔ کیونکہ کائنات کا ہر واقعہ فقہ کا محتاج ہوتا ہے خواہ وہ کسی مخلوق کے فرد سے متعلق ہو۔ کیونکہ فقہ کے ذریعے دین و دنیا کے احوال کی اصلاح کا انتظام ہوتا ہے جبکہ طب کی ضرورت بعض افراد کو بعض اوقات میں پڑتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ تفسیر کی صنعت تین جہات سے شرف رکھتی ہے: جہۃ الموضوع کیونکہ اس کا موضوع اللہ کا کلام ہے جو ہر حکمت کا سرچشمہ ہے اور ہر فضیلت کا منبع ہے۔ اس میں پہلے لوگوں کی اخبار بھی ہیں اور تمہارے بعد آنے والوں کے متعلق اخبار بھی ہیں۔ تمہارے متعلقہ احکام بھی ہیں، بار بار پڑھنے سے اس کی حکمت بوسیدہ نہیں ہوتی اور اس کے عجائب ختم نہیں ہوتے۔ یا شرف مقصود کی جہت سے ہوتا ہے۔ چونکہ اس کی غرض اور مقصود مضبوط زنجیر کا پکڑنا ہے اور حقیقی سعادت تک رسائی حاصل کرنا ہے جس کو فنا نہیں ہے۔ رہا شدت ضرورت کی وجہ سے شرف، تو ہر کمال خواہ دینی ہو یا دنیاوی، جلدی ملنے والا ہو یا تاخیر سے یہ تمام علوم شرعیہ اور معارف دینیہ کے محتاج ہیں اور یہ علوم و معارف کتاب اللہ کے علم پر موقوف ہیں۔ یہ تمام بحث علم تفسیر کی فضیلت اور اس کے شرف کے بیان کی جہت سے تھی۔ لیکن تفسیر اور تاویل کے درمیان فرق کی حیثیت سے اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ تفسیر کا لغوی معنی ایضاح اور تبیین ہے۔ اسی مفہوم میں سورۂ فرقان کی آیت کریمہ ہے: وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا ﴿٣٣﴾۔

اور تفسیر کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ وہ علم جس میں قرآن حکیم کے متعلق بشری طاقت کے مطابق، اللہ تعالیٰ کی مراد پر دلالت کی حیثیت سے بحث کی جاتی ہے۔ اور علم تفسیر کی تعریف علماء نے اس طرح کی ہے: وہ علم جس میں کتاب عزیز کے احوال کے متعلق اس کی جہت نزول، سند، آراء، الفاظ اور معانی (جو الفاظ کے متعلق ہوتے ہیں اور جو احکام کے متعلق ہوتے ہیں) سے بحث کی جاتی ہے۔ یہ تعریف بہت سی جزئیات پر مشتمل ہے جو علم قراءت، علم اصول، علم قواعد لغت (مثلاً صرف، نحو، معانی، بیان، بدیع) کے متعلق ہیں۔

تفسیر کی علماء نے ایک تیسری تعریف بھی کی ہے: وہ علم جس میں الفاظ قرآن کے بولنے کی کیفیت، ان کے معانی، ان کے احکامات افرادیہ اور ترکیبیہ کے متعلق بحث کی جاتی ہے اور ان معانی کے متعلق بحث ہوتی ہے جن پر ترکیب کی حالت میں

الفاظ کو محمول کیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ بھی کچھ چیزیں زیر بحث آتی ہیں مثلاً نسخ کی معرفت، سبب نزول اور ایسی چیزیں جن کے ساتھ مقام کی وضاحت ہو مثلاً قصہ اور مثال وغیرہ۔

یہ تعریف مذکورہ بالا دونوں تعریفوں کے بین بین ہے۔ اس کو پہلی تعریف کی طرف لوٹانا زیادہ سہل ہے اور وہاں جو تفصیل کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد کلام الٰہی کی مراد کو بشری طاقت کے مطابق بیان کرنا ہے۔

اور تاویل لغوی اعتبار سے تفسیر کے مترادف ہے۔ صاحب قاموس فرماتے ہیں:

أَوَّلَ الْكَلَامَ تَأْوِيلًا وَتَأَوَّلَهُ ''یعنی کلام میں غور و فکر کرنا، اس کی تقدیر اور تفسیر بیان کرنا۔ اسی معنی میں قرآن حکیم کی آیت کریمہ ہے فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ (آل عمران: 7)

اسی طرح بہت سی آیات میں تاویل کا لفظ استعمال ہوا ہے اور ان تمام آیات میں اس کا معنی بیان، کشف اور ایضاح ہے۔

اور مفسرین کی اصطلاح میں تاویل کا معنی مختلف ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں، یہ تفسیر کے مترادف ہے۔ پس اس معنی کے اعتبار سے ان کے درمیان نسبت تساوی ہوگی اور متقدمین علماء میں یہ معنی عام مشہور ہے۔ اسی سے مجاہد کا قول ہے: اِنَّ الْعُلَمَاءَ يَعْلَمُوْنَ تَاْوِيْلَهٗ یعنی علماء قرآن کی تفسیر کو جانتے ہیں۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ کا قول اس کی تفسیر میں ہے ''اَلْقَوْلُ فِيْ تَاْوِيْلِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى كَذَا'' یعنی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر یہ ہے۔ اہل تاویل کا اس آیت میں اختلاف ہے۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں: تفسیر عموم اور خصوص کے اعتبار سے تاویل کے مخالف ہے۔ تفسیر اعم مطلق ہے۔ گویا تاویل سے مراد کسی دلیل کی وجہ سے لفظ کا ایسا مدلول بیان کرنا ہے جو مروج معنی کے علاوہ ہو۔ اور تفسیر سے مراد مطلقاً لفظ کا مدلول بیان کرنا ہے، خواہ وہ مدلول متبادر ہو یا غیر متبادر ہو۔

بعض علماء فرماتے ہیں تفسیر، تاویل سے جدا اور مخالف ہے۔ تفسیر قطعی ہوتی ہے کہ اس کلمہ کی مراد الٰہی یہ ہے اور تاویل میں یہ ہے کہ بغیر قطعیت کے چند احتمالات میں سے کسی احتمال کو ترجیح دینا ہے۔ یہ امام ماتریدی رحمہ اللہ کا قول ہے۔ یا تفسیر کا مطلب روایت کے طریق سے لفظ کا بیان ہے اور تاویل درایت کے طریق سے لفظ کا بیان ہے۔ یا تفسیر ان معانی کا بیان ہے جو وضع عبارت سے متضاد ہوتے ہیں اور تاویل ان معانی کا بیان ہے جو اشارہ کے طریق سے مستفاد ہوتے ہیں۔ یہ مفہوم علمائے متاخرین میں مشہور ہے جیسا کہ علامہ آلوسی نے اس پر تنبیہ فرمائی ہے۔ اس موضوع پر مختلف آراء ذکر کرنے کے بعد علامہ مذکور لکھتے ہیں، یہ تمام اقوال جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور جنکا ہم نے ذکر نہیں کیا، یہ سب آج کے عرف کے مخالف ہیں کیونکہ اب مؤلفین کے نزدیک جو متعارف ہے وہ یہ ہے کہ تاویل قدسی معانی اور ربانی معارف کا بیان ہے جو عارفین کے دلوں پر غیب کے بادلوں سے اترتے ہیں اور تفسیر اس کے مخالف ہے، آپ دیکھتے ہیں کہ تاویل اس مفہوم کے ساتھ خاص ہے جو اشارہ سے ماخوذ ہوتا ہے اور تفسیر اس مفہوم کے ساتھ خاص ہے جو عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔

تفسیر کی اقسام

علامہ زرکشی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب البرہان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے تفسیر کی چار اقسام بیان فرمائی ہیں: ا۔ جس کو عرب اپنے کلام میں جانتے ہیں۔ ۲۔ وہ جس سے جہالت کی وجہ سے کوئی شخص معذور نہیں سمجھا جاتا۔ اس میں حلال اور حرام چیزیں آتی ہیں۔ ۳۔ وہ قسم جس کو صرف علماء جانتے ہیں۔ ۴۔ وہ قسم جسے صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے، جو اس کے جاننے کا دعویٰ کرتا ہے وہ جھوٹا ہے، علامہ زرکشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ تقسیم صحیح ہے۔ اور رہی وہ قسم جس کو عرب جانتے ہیں اس سے مراد وہ قسم ہے جس میں عربوں کی زبان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ یہ لغت اور اعراب کے اعتبار سے ہے۔ لغت کے معانی کی معرفت اور اسماء کے مسمیات کی معرفت مفسر کے لیے ضروری ہے لیکن قاری کے لیے یہ لازم نہیں۔ پھر اگر کوئی ایسی صورت ہو جس کو الفاظ اپنے ضمن میں لیے ہوئے ہوں اور وہ عمل کو ثابت کرتی ہو۔ تو اس میں ایک اور دو مخصوص کی خبر، ایک یا دو اشعار سے استشہاد کافی ہوتا ہے اور اگر ایسی صورت ہو کہ جس میں علم ثابت ہوتا ہو تو پھر ایک اور دو اشخاص کی خبر کافی نہیں ہے بلکہ اس لفظ کا مشہور ہونا اور اشعار میں کثرت سے اس کے شواہد کا ہونا ضروری ہے۔ رہا اعراب کا مسئلہ تو اگر اس کا اختلاف معنیٰ و تبدیل کر دیتا ہو تو اس کا مفسر اور قاری کے لیے جاننا ضروری ہے تا کہ مفسر حکم کی معرفت تک پہنچ سکے اور قاری غلطی سے محفوظ رہے۔ اور اگر اعراب کی ایسی صورت ہو کہ اس کا معنی تبدیل نہ ہوتا ہو تو اس کا جاننا قاری کے لیے ضروری ہے تا کہ غلطی سے مامون رہے اور مفسر پر اس کا جاننا واجب نہیں کیونکہ وہ مقصود تک اس کے بغیر بھی پہنچ جاتا ہے۔

لیکن اس سے جہالت مفسر و قاری ہر ایک کے حق میں جہالت ہے۔ جب یہ بات مسلم ہے تو جو تفسیر اس قسم کی طرف راجع ہو مفسر کے لیے عرب زبان میں جو کچھ وارد ہے اس پر آگاہی ضروری ہے۔ جو شخص لغت کے حقائق اور اس کے مفہومات سے آشنا نہ ہو اس کے لیے کتاب عزیز کی تفسیر کرنا جائز نہیں۔ اس کا تھوڑا سا سیکھ لینا کافی نہیں ہے کیونکہ کبھی لفظ مشترک ہوتا ہے اور لیکن ایک معنی جانتا ہے۔

۲۔ ایسی تفسیر جس سے ناواقف ہونا کسی کے لیے عذر نہیں ہے۔ یہ تفسیر کی وہ قسم ہے جس میں نصوص کے معانی کی طرف ذہن فوراً پہنچ جاتا ہے۔ ایسی نصوص جو احکام شریعت اور دلائل توحید کو اپنے ضمن میں لیے ہوئے ہوتی ہیں۔ پس ہر لفظ جو ایک واضح معنی اور مفہوم رکھتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہی اللہ کی مراد ہے تو اس قسم کا حکم مختلف نہیں ہوتا اور اس کی تاویل ملتبس نہیں ہوتی کیونکہ ہر شخص آیت کریمہ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (محمد: 19) سے توحید کا معنی سمجھتا ہے کہ الوہیت میں اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے اگرچہ اسے یہ معلوم نہ ہو کہ ''لَا'' کا کلمہ لغت میں نفی کے لیے وضع کیا گیا ہے اور ''اِلَّا'' اثبات کے لیے موضوع ہے اور اس کلمہ کا مقتضیٰ حصر ہے اور ہر شخص بداہۃً جانتا ہے کہ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ اور اس جیسے دوسرے اوامر کا مطلب مامور کی ماہیت کو بجالانا ہے، اگرچہ وہ نہیں جانتا کہ اِفْعَلْ صیغہ کا تقاضا وجوبا یا ندبا ترجیح ہے۔ تو جس تفسیر کا تعلق اس قسم سے ہو کوئی شخص الفاظ کے معانی سے جہالت کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ہر شخص کے لیے یہ معانی بداہۃً معلوم

ہوتے ہیں۔

۳۔ وہ تفسیر جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، جو غیوب کے قائم مقام ہوتی ہے جیسے وہ آیات جو قیام قیامت، بارش کے نزول اور مافی الارحام کے علوم کو مشتمل ہیں۔ اسی طرح روح کی تفسیر اور حروف مقطعات کی تفسیر۔ وہ آیات جو قرآن میں اہل حق کے نزدیک متشابہ ہیں ان کی تفسیر میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی اور ان کے مراد تک پہنچنا صرف تین طریقوں سے ہو سکتا ہے: یا تو کوئی نص قرانی اس کا مفہوم و معنی متعین کرے یا نبی کریم ﷺ نے اس کی وضاحت فرمائی ہو یا اس کی تاویل پر امت کا اجماع ہو۔ پس ان تینوں صورتوں میں سے کوئی صورت بھی نہ پائی جائے تو ہم جان لیں گے کہ یہ ان علوم میں سے ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔

۴۔ ایسی تفسیر جسکا مرجع علماء کا اجتہاد ہوتا ہے۔ یہ وہ تفسیر ہے جس پر تاویل کا اطلاق ہوتا ہے اور تاویل کا مطلب لفظ کو اس کے معنی مراد کی طرف پھیرنا ہے۔ پس مفسر ناقل اور مؤول مستنبط ہوتا ہے۔ اس میں احکام کا استنباط، مجمل کا بیان اور عموم کی تخصیص وغیرہ شامل ہیں۔

ہر وہ لفظ جو دو یا دو سے زائد معانی کا احتمال رکھتا ہے۔ اس میں علماء کے علاوہ افراد کے لیے اجتہاد جائز نہیں ہے اور علماء پر لازم ہے کہ وہ شواہد اور دلائل پر اعتماد کریں، صرف اپنی رائے پر اعتماد نہ کریں جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔

تفسیر کی ایک اور اعتبار سے تقسیم

بعض علماء نے تفسیر کی ایک دوسری جہت سے تین اقسام بیان کی ہیں:

۱۔ تفسیر بالدرایت: اس کو تفسیر بالرائے بھی کہتے ہیں۔

۲۔ تفسیر بالاشارہ: اس کو تفسیر اشاری کہتے ہیں۔

۳۔ تفسیر بالروایت: اس کو تفسیر بالماثور کہتے ہیں۔

تفسیر کی پہلی دونوں قسموں کا مقصود بیان کرنے کے بعد ہم تفسیر بالماثور پر تفصیل سے گفتگو کریں گے۔

تفسیر بالرائے کا معنی تفسیر بالاجتہاد ہے۔ اگر اجتہاد ایسی مستند چیز پر موقوف ہو جس سے استشہاد کیا جاتا ہو اور وہ اجتہاد جہالت اور گمراہی سے پاک ہو تو وہ قابل تعریف ہوتا ہے اور جو ایسا نہ ہو وہ قابل مذمت ہوتا ہے۔

اور تفسیر اشاری سے مراد ظاہر قرآن سے ہٹ کر کسی اشارۂ خفیہ کی وجہ سے قرآن کی تاویل کرنا ہے جو ارباب سلوک و تصوف پر ظاہر ہوتا ہے اور ظاہر معنی اور اس خفیہ اشارہ کو جمع کرنا ممکن ہوتا ہے۔

تفسیر بالماثور

وہ تفسیر ہے جس میں قرآن حکیم، سنت یا کلام صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعے مراد الٰہی بیان کی جاتی ہے۔ مثلاً قرآن حکیم میں ہے وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (البقرہ: 187) اس آیت

میں مِنَ الْفَجْرِ کا کلمہ اَلْخَیْطُ الْاَبْیَضُ کے مراد کی شرح اور بیان ہے۔ اسی طرح قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (الاعراف 23) یہ آیت بعض وجوہ تفسیر کے مطابق فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ (البقرہ: 37) میں موجود کلمات کے لفظ کا بیان ہے۔ اسی طرح حُرِّمَتْ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةُ وَ الدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِیْرِ (المائدۃ: 3) آیت کریمہ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِیْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا یُتْلٰى عَلَیْكُمْ (المائدۃ: 1) کے الفاظ مَا یُتْلٰى عَلَیْكُمْ کا بیان ہے۔ اور لَىٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَیْتُمُ الزَّكٰوةَ وَ اٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَ عَزَّرْتُمُوْهُمْ وَ اَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ (المائدۃ: 12) کا ارشاد ان دو عہدوں کا بیان ہے جن کا ذکر اَوْفُوْا بِعَهْدِیْۤ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ (البقرہ: 40) میں ہے۔ اَوْفُوْا بِعَهْدِیْۤ کا بیان لَىٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَیْتُمُ الزَّكٰوةَ وَ اٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَ عَزَّرْتُمُوْهُمْ وَ اَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (المائدۃ: 12) ہے اور اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ کا بیان لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ (المائدۃ: 12) ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ النَّجْمُ الثَّاقِبُ (الطارق 3-2) اس ارشاد میں النَّجْمُ الثَّاقِبُ کا کلمہ الطَّارِقُ کے کلمہ کا بیان ہے۔

اس کے علاوہ بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں جو کتاب الٰہی میں غور وفکر سے مل سکتی ہیں۔ قرآن کی شرح جو احادیث میں وارد ہے مثلاً نبی کریم ﷺ نے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ...... (الانعام: 82) میں موجود ظلم کی تفسیر شرک سے بیان فرمائی اور پھر بطور دلیل اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (لقمان) کا ارشاد تلاوت فرمایا۔ اسی طرح فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا (الانشقاق: 8) کی تفسیر العرض (اعمال کا پیش کرنا) سے فرمائی۔ یہ واقعہ اس طرح سے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ عُذِّبَ" یعنی جس سے حساب میں مناقشہ ہو گیا اسے عذاب ہوگا۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کیا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں ہے فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا (الانشقاق) رسول ﷺ نے فرمایا اس سے مراد العرض ہے (اعمال کا پیش ہونا)۔ اسی طرح رسول ﷺ نے وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ (الانفال: 60) میں موجود قوۃ کی تفسیر تیر اندازی سے بیان فرمائی۔ احادیث صحیحہ میں کثرت سے اقوال موجود ہیں۔ تفسیر کی ان دونوں اقسام کو قبول کرنے میں کوئی شک نہیں ہے۔

تفسیر بالقرآن کی قبولیت میں اس لیے شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مراد کو دوسروں سے زیادہ جانتا ہے۔ اور سب کتابوں سے سچی کتاب قرآن حکیم ہے۔ اور تفسیر بالحدیث کا تسلیم کرنا اس لیے ضروری اور غیر مشکوک ہے کیونکہ بہترین ہدایت اور رہنمائی سیدنا محمد ﷺ کی ہدایت ہے اور آپ کا منصب بھی شرح و بیان تھا جبکہ ہم یقینی طور پر آپ کی عصمت اور مامونیت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ (النحل: 44)

اور تفسیر کی تیسری قسم جو صحابہ کرام کے آثار سے مروی ہے اس کے متعلق مستدرک (للحاکم) میں ہے کہ اس صحابی کی تفسیر، جو وحی اور نزول قرآن کے وقت موجود تھا مرفوع کے حکم میں ہے۔ اسی طرح امام حاکم رحمہ اللہ نے مطلق یہ قول ذکر کیا ہے جبکہ بعض علماء نے اس کو نزول کے بیان سے مقید کیا ہے اور ایسی بات سے مقید کیا ہے جس میں صحابی کی اپنی رائے کی گنجائش نہ ہو۔ اگر مذکورہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو وہ موقوف کے حکم میں ہوگی۔

امام حاکم رحمہ اللہ اور ان کے ہم فکر لوگوں کے قول کے مطابق صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم وحی اور نزول کے وقت موجود تھے اور انہوں نے اسباب نزول کا مشاہدہ کیا تھا جس کی وجہ سے کتاب کے معانی ان پر واضح تھے۔ نیز ان کی فطرت سلامت تھی اور ان کے نفوس وقلوب صاف شفاف تھے اور فصاحت وبیان میں بھی بلند مقام پر فائز تھے۔ اس لیے کلام الٰہی کی مراد سمجھنا ان کے لیے ممکن تھا اور اس فہم صحیح اور سلامت فکر کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی مراد کو یقین سے حاصل کر لیتے تھے۔

اور وہ تفاسیر جو تابعین سے منقول ہیں اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں یہ بھی تفسیر بالماثور ہے کیونکہ تابعین نے صحابہ سے علم حاصل کیا تھا اور بعض علماء فرماتے ہیں: یہ تفسیر بالرائے میں داخل ہے۔

اور تفسیر ابن جریر طبری میں قرآن حکیم کے بیان میں بہت سے صحابہ اور تابعین کے اقوال منقول ہیں۔ لیکن حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اکثر تفسیر بالماثور راویوں تک یہودیوں، فارسیوں اور اہل کتاب کے ذریعے پہنچی، بعض علماء فرماتے ہیں: انبیائے کرام علیہم السلام کے اپنی امتوں کے ساتھ واقعات، ان کے معجزات، ان کی کتب اور ان کی تاریخ مثلاً اصحاب کہف کا واقعہ، ارم ذات العماد کا شہر، بابل کا جادو، عوج بن عنق اور امور غیب مثلاً قیامت کی علامت، قیام قیامت اور جو کچھ قیامت کے دن اور قیامت کے بعد واقع ہونے والا ہے۔ یہ تقریباً تمام مواد یہود ونصاریٰ کے ذریعے راویوں تک پہنچا، اکثر ان میں سے خرافات اور مفتریات ہیں جن کے متعلق راویوں نے مروی عنہم کو سچا سمجھا حتیٰ کہ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی ان کی بات کو سچ سمجھ کر روایت کر دیا۔ اس لیے امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں تین چیزوں کی کوئی اصل نہیں ہے۔ ا۔ تفسیر، ملاحم اور مغازی۔ پس تمام مفید روایات کو مستقل کتب میں جمع کرنا واجب ہے، جس طرح کہ بعض روایات کتب احادیث موجود ہیں اور ان کی اسانید کی جرح وتعدیل کرنا بھی واجب ہے۔ پھر تفسیر میں وہ احادیث ذکر کرنی چاہئیں جو سند کے اعتبار سے صحیح ہوں جس طرح کہ کتب فقہ میں احادیث ذکر کی جاتی ہیں لیکن ان کے مخرج کی طرف نسبت کرنا ضروری ہے۔

وہ تفسیر جس میں قرآن کی تفسیر قرآن سے ہو یا سنت صحیحہ مرفوعہ سے ہو اس کی وجاہت اور قبولیت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور قرآن کی تفسیر جو صحابۂ کرام اور تابعین کی طرف منسوب ہے اس میں کئی اعتبار سے ضعف پایا جاتا ہے: ا۔ اسلام کے دشمنوں نے ان کی اصل کو ختم کر دیا ہے۔ مثلاً یہود اور فارس کے زندیق لوگ۔ ۲۔ مختلف مذاہب فقہیہ کے اصحاب نے اپنے اپنے مسلک ومذہب کی ترویج کے لیے ایسی روایات نقل کی ہیں۔ ۳۔ صحیح اور غیر صحیح کا ملاپ، نیز بہت سے اقوال کا نقل ہونا جو بغیر سند [illegible] صحابہ اور تابعین کی طرف منسوب ہیں۔ ۴۔ ایسی بہت سی روایات اسرائیلیات سے بھری ہوئی ہیں اور ان میں بہت سی ایسی خرافات بھی ہیں جن کے بطلان پر دلیل قائم ہے۔ ۵۔ اور سابقہ کتب سے جو صحیح بھی منقول ہے مثلاً تورات، انجیل تو اس کے متعلق نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توقف کا حکم دیا ہے اور یہ کہ ہم اس کی تصدیق نہ کریں کیونکہ ہو سکتا ہے یہ اس [illegible] سے ہو جو ان کی کتب میں تحریف شدہ ہے اور نہ اس کی تکذیب کریں کیونکہ ہو سکتا ہے یہ وہ کلام ہو جو اہل کتاب کی دست برد سے محفوظ رہا ہو۔

انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ تفسیر بالماثور کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ایک وہ جس کی قبولیت کی صحت پر دلائل کثیر ہوں، اس کو ورد کرنا کسی کے لیے مناسب نہیں اور اس سے غفلت اور بے اعتنائی جائز نہیں ہے۔

۲۔دوسری وہ جو کسی سبب غیر معروفہ کی وجہ سے صحیح نہ ہو، اس کا رد کرنا واجب ہے۔اس کا قبول کرنا اور اس کے متعلقات میں مشغول ہونا جائز نہیں ہے۔ہاں اس کے غلط ہونے کی تشخیص اور تنبیہ کی خاطر اس سے تعرض جائز ہے تاکہ کوئی سادہ لوح اس سے دھوکے میں مبتلا نہ ہو جائے۔

تفسیر بالماثور کی تدوین اور تفسیر بالماثور میں مشہور کتب

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین رحمہم اللہ کا دور آیا تو اس میں کثرت سے تفاسیر مرتب ہوئیں۔ان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال اور تابعین رحمہم اللہ کے ارشادات جمع کیے گئے۔مثلاً حضرات سفیان بن عیینہ، وکیع بن جراح، شعبہ بن الحجاج، یزید بن ہارون، عبدالرزاق، آدم بن ابوایاس، اسحاق بن راہویہ، روح بن عبادہ، عبد بن حمید، ابوبکر بن ابی شیبہ، علی بن ابی طلحہ، بخاری اور دوسرے علماء کی تفاسیر رحمہم اللہ۔ان کے بعد تفسیر ابن جریر مرتب ہوئی جو اہم تفاسیر میں سے ہے۔پھر حضرات ابن ابی حاتم، ابن ماجہ، حاکم، ابن مردویہ، ابن حبان وغیرہم رحمہم اللہ نے تفاسیر لکھیں۔ان تفاسیر میں سے ہر تفسیر صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے اقوال پر منحصر ہیں، لیکن امام ابن جریر رحمہ اللہ کی تفسیر میں اقوال کی توجیہ بھی کی گئی ہے اور بعض اقوال کو بعض پر ترجیح بھی دی گئی ہے نیز اس میں اعراب اور استنباط کا بھی ذکر ہے۔

تفسیر بالماثور کی مشہور کتب یہ ہیں۔

۱۔تفسیر ابن جریر، ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ یہ اہم ترین اور جامع ترین تفسیر ہے۔

۲۔تفسیر ابواللیث السمرقندی، اس میں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے اقوال درج ہیں لیکن اس میں اسانید کا ذکر نہیں ہے۔

۳۔تفسیر ابن کثیر، یہ تفسیر، تفاسیر ماثورہ میں سے اصح ترین تفسیر ہے۔اگرچہ مکمل طور پر اصحیت کا قول اس کے بارے بھی نہیں کیا جا سکتا۔

۴۔تفسیر بغوی، یہ تفسیر بھی اسانید سے خالی ہے۔

۵۔تفسیر بقی بن مخلد، علامہ ابن حزم کہتے ہیں کہ میں قطعی طور پر کہتا ہوں کہ دور اسلام میں اس تفسیر کی مثل کوئی تفسیر مرتب نہیں کی گئی۔اس کی ہم پلہ نہ تفسیر ابن جریر ہے اور نہ کوئی دوسری تفسیر۔

۶۔اسباب النزول للواحدی، اس میں مصنف نے اسباب نزول جو ماثور و منقول ہیں ان کا ذکر کیا ہے۔یہ بھی تفسیر کی ایک خاص نوع ہے۔اس میں تاویل کی گنجائش نہیں ہوئی۔

۷۔الناسخ والمنسوخ لابی جعفر النحاس، اس میں مؤلف نے الناسخ کے متعلق گفتگو کی ہے اور انہوں نے اسانید کے ساتھ علماء

کے اقوال ذکر کیے ہیں۔ نسخ کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے اس کا انہوں نے اس کا احاطہ کیا ہے اگرچہ وہ ان کے نزدیک صحیح نہ بھی تھا۔ یہ بھی تفسیر کی ایک قسم ہے جس میں رائے کی مجال نہیں ہے۔

۸۔ تفسیر الدر المنثور للسیوطی، یہ وہ تفسیر ہے جس کو ہم پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

تفسیر الدر المنثور کی تعریف اور مؤلف کا انداز تحریر

الامام السیوطی رحمہ اللہ خود اپنی کتاب الاتقان میں فرماتے ہیں میں نے ایک مسند کتاب جمع کی ہے جس میں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تفسیر کا بیان ہے۔ اس میں دس ہزار سے زائد احادیث موجود ہیں، کچھ مرفوع اور کچھ موقوف ہیں۔ یہ چار مجلدات ہیں۔ الحمد للہ مکمل ہو چکی ہے اور میں نے اس کا نام ترجمان القرآن رکھا ہے۔ اس کی تصنیف کے دوران میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی، اس میں ایک طویل قصہ ہے جس میں ایک حسین بشارت ہے۔

اس تفسیر کے مقدمہ میں علامہ مذکور فرماتے ہیں: میں نے جب اپنی کتاب ترجمان القرآن مرتب کی اس میں میں نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی تفاسیر کا اسانید کے ساتھ تذکرہ کیا۔ الحمد للہ۔ وہ ضخیم چار جلدوں میں مکمل ہوئی۔ اس میں میں نے تمام احادیث اور آثار کو ان کے مخارج سے اسانید کے ساتھ ذکر کیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ علم کے حصول کا شوق و ذوق ماند پڑ گیا ہے اور احادیث کے متون پر بھی انحصار میں رغبت ہونے لگی ہے اس لیے میں نے اس تطویل سے یہ مختصر تفسیر تلخیص کی اور صرف اثر کے متن پر اکتفا کیا اور ہر اثر کو معتبر مخرج سے منسوب کیا۔ اور میں نے اس کا نام ''الدر المنثور فی التفسیر بالماثور'' رکھا۔

ہم اب اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کتاب میں تفسیر بالماثور کے طریقہ کا کامل التزام کیا ہے اور انہوں نے اپنی نقل کردہ روایات میں رائے کے عمل کو خلط ملط نہیں کیا جس طرح کہ دوسرے مفسرین نے کیا ہے۔ اسی چیز کو انہوں نے ہمارے لیے اس کتاب میں ایک واضح مثال کے طور پر پیش کیا ہے۔

خطبۃ الکتاب

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سب تعریفیں اللہ کے لیے جس نے مآثر کو دوبارہ منصۂ شہود پر زندہ فرمایا جو ایک وقت میں صفحۂ ہستی سے مٹ چکے تھے، جس نے اخبار ماثورہ کے لیے اسناد عالی کے ساتھ پہنچنے والے اقوال و آثار کے ساتھ تفسیر لکھنے کی توفیق بخشی اور میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ کے کلمہ کے ساتھ ایسی شہادت دیتا ہوں جو شہادت دینے والے کے اجر میں اضافہ کا باعث ہو اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے آقا و مولا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور اس کے وہ عبد مقرب ہیں جنہوں نے ایمان کی فجر صادق کو ذوق طلوع بخشا اور کج رو اور فسق و فجور کی گمراہیوں میں بھٹکنے والوں کی ظلمتوں کو اپنے روشن پیغام سے کافور کر دیا۔ درود ہو آپ پر اور آپ کی آل واصحاب پر جو علم مرفوع اور فضل مشہور کے حامل تھے جب تک یہ گردش لیل و نہار قائم ہے ان پاک طینت ذوات پر دائمی درود و سلام ہو۔

حمد و ثناء اور درود و سلام کے بعد! جب میں نے کتاب ترجمان القرآن مرتب کی جو ایسی تفسیر تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار و اقوال منقول تھے۔ الحمد للہ وہ چند جلدوں میں مکمل ہوئی۔ میں نے اس میں آثار کو اسانید کے ساتھ نقل کیا اور جن کتب سے نقل کیا ان کا حوالہ بھی دیا لیکن میں نے دیکھا کہ ہمتیں کوتاہ ہو گئی ہیں اور ذوق علم اس تطویل کے پڑھنے سے قاصر ہو گیا ہے اور صرف متون احادیث میں رغبت ہونے لگی ہے تو میں نے اس طویل کتاب سے یہ مختصر کتاب مرتب کی ہے جس میں متن کے ذکر پر انحصار کیا ہے لیکن ہر اثر کے مخرج کا بھی ساتھ ذکر کیا ہے میں نے اس کا نام الدر المنثور فی التفسیر بالماثور رکھا ہے! اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مؤلف کے اجر میں اضافہ فرمائے اور اسے اپنے کرم اور احسان سے خطا اور نافرمانی سے محفوظ فرمائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نیکیوں کی توفیق بخشنے والا اور غلطیوں پر پردہ ڈالنے والا ہے۔

خطبۃ الکتاب

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمُ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سب تعریفیں اللہ کے لیے جس نے آثار کو دوبارہ منصۂ شہود پر زندہ فرمایا جو ایک وقت میں صفحۂ ہستی سے مٹ چکے تھے، جس نے اخبار ماثورہ کے لیے اسناد عالی کے ساتھ پہنچنے والے اقوال و آثار کے ساتھ تفسیر لکھنے کی توفیق بخشی اور میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ کے کلمہ کے ساتھ ایسی شہادت دیتا ہوں جو شہادت دینے والے کے اجر میں اضافہ کا باعث ہو اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے آقا و مولا محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اس کے وہ عبد مقرب ہیں جنہوں نے ایمان کی فجر صادق کو ذوق طلوع بخشا اور کج رو اور فسق و فجور کی گمراہیوں میں بھٹکنے والوں کی ظلمتوں کو اپنے روشن پیغام سے کافور کر دیا۔ درود ہو آپ پر اور آپ کی آل و اصحاب پر جو علم مرفوع اور فضل مشہور کے حامل تھے جب تک یہ گردش لیل ونہار قائم ہے ان پاک طینت ذوات پر دائمی درود و سلام ہو۔

حمد و ثناء اور درود و سلام کے بعد! جب میں نے کتاب ترجمان القرآن مرتب کی جو ایسی تفسیر تھی جس میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار و اقوال منقول تھے۔ الحمدللہ وہ چند جلدوں میں مکمل ہوئی۔ میں نے اس میں آثار کو اسانید کے ساتھ نقل کیا اور جن کتب سے نقل کیا ان کا حوالہ بھی دیا لیکن میں نے دیکھا کہ ہمتیں کوتاہ ہوگئی ہیں اور ذوق علم اس تطویل کے پڑھنے سے قاصر ہو گیا ہے اور صرف متون احادیث میں رغبت ہونے لگی ہے تو میں نے اس طویل کتاب سے یہ مختصر کتاب مرتب کی ہے جس میں متن کے ذکر پر انحصار کیا ہے لیکن ہر اثر کے مخرج کا بھی ساتھ ذکر کیا ہے میں نے اس کا نام الدر المنثور فی التفسیر بالماثور رکھا ہے! اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مؤلف کے اجر میں اضافہ فرمائے اور اسے اپنے کرم اور احسان سے خطا اور نافرمانی سے محفوظ فرمائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نیکیوں کی توفیق بخشنے والا اور غلطیوں پر پردہ ڈالنے والا ہے۔

سورۃ الخلع اور سورۃ الحفد سے متعلقہ روایات کا ذکر

امام ابن ضریس رحمہ اللہ نے فضائل میں ذکر کیا ہے کہ موسیٰ بن اسماعیل نے ہمیں خبر دی، کہ حماد نے ہمیں بتایا اس نے کہا ہم نے مصحف ابی بن کعب رضی اللہ عنہ میں پڑھا ہے: ''اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُثْنِیْ عَلَیْكَ الْخَیْرَ، وَلَا نَکْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ یَّفْجُرُكَ'' حماد نے کہا: یہ اب ایک سورت ہے۔ اور اسی طرح میرا خیال اس کے بارے میں بھی ہے ''اَللّٰھُمَّ اِیَّاكَ نَعْبُدُ، وَلَكَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ، وَاِلَیْكَ نَسْعٰی وَ نَحْفِدُ، وَنَخْشٰی عَذَابَكَ، وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ، اِنَّ عَذَابَكَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ''

امام ابن ضریس رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ تو جب آپ دوسری سورت سے فارغ ہوئے تو آپ نے اس طرح پڑھا: ''اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ، وَنُثْنِیْ عَلَیْكَ الْخَیْرِ کُلَّهٗ، وَلَا نَکْفُرُكَ، وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ یَّفْجُرُكَ اَللّٰھُمَّ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْكَ نَسْعٰی وَ نَحْفِدُ، نَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰی عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ'' اور مصحف ابن عباس رضی اللہ عنہما میں حضرت ابی اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما کی قرأت اس طرح ہے: ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اللھم انا نستعینك ونستغفرك ونثنی علیك الخیر ولا نکفرك ونخلع و نترك من یفجرك'' اور مصحف حجر میں ہے: ''اللھم انا نستعینك'' اور مصحف ابن عباس رضی اللہ عنہما میں حضرت ابی اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما کی قرأت میں ہے۔ ''اللھم ایاك نعبد ولك نصلی ونسجد والیك نسعی ونحفد، نخشی عذابك ونرجو رحمتك، ان عذابك بالکفار ملحق''۔

امام ابوالحسن القطان رحمہ اللہ نے مطولات میں حضرت ابان بن ابی عیاش رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دعائے قنوت کے بارے میں کلام سے متعلق سوال کیا۔ تو انہوں نے کہا: ''اللھم انا نستعینك ونستغفرك ونثنی علیك الخیر ولا نکفرك، ونومن بك ونترك من یفجرك، اللھم ایاك نعبد ولك نصلی ونسجد والیك ونسعی ونحفد، نرجو رحمتك ونخشی عذابك الجد ان عذابك بالکفار ملحق''۔ حضرت انس نے فرمایا: قسم بخدا! یہ دونوں آسمان سے نازل کیے گئے ہیں۔

امام محمد بن نصر اور طحاوی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دونوں سورتوں کے ساتھ خشوع وخضوع کا اظہار کرتے۔ یعنی ''اللھم ایاك نعبد'' اور ''اللھم ان نستعینك''۔

امام محمد بن نصر رحمہ اللہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دونوں سورتوں کے ساتھ اظہار خشوع وخضوع کیا۔

امام محمد بن نصر رحمہ اللہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ سے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان دو سورتوں کے ساتھ اظہار اطاعت کرتے۔ یعنی ''اللھم انا نستعینك'' اور ''اللھم ایاك نعبد''۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت خالد بن ابی عمران رحمہ اللہ سے یہ قول ذکر کیا ہے: اس اثناء میں کہ رسول اللہ ﷺ مضر کے خلاف دعا کرنے لگے۔ آپ کے پاس حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آئے۔ تو انہوں نے آپ کو اشارہ کیا کہ آپ خاموش رہیں۔ پس آپ خاموش ہو گئے اور انہوں نے کہا: اے محمد! ﷺ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو گالی گلوچ دینے اور لعنت کرنے کے لیے مبعوث نہیں فرمایا: بلکہ اس نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ اس نے آپ کو عذاب دینے کے لیے نہیں بھیجا۔ ان امور میں سے آپ کے ذمہ کوئی شے نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف رجوع فرمائے توبہ قبول کرے یا انہیں عذاب دے کیونکہ وہ ظالم ہیں۔ پھر انہوں نے آپ کو یہ دعا قنوت سکھائی: ''اللھم انا نستعینك ونستغفرك ونؤمن بك و نخضع لك ونخلع ونترك من یفجرك، اللھم ایاك نعبد، ولك نصلی و نسجد، الیك نسعی ونحفد، نرجو رحمتك ونخفی عذابك، ان عذابك الجد بالکفار ملحق''۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے مصنف میں محمد بن نصر اور بیہقی نے سنن میں عبید بن عمیر سے روایت نقل کی ہیکہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھی اور کہا: ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اللھم انا نستعینك ونستغفرك ونثنی علیك ولا نکفرك، ونخلع ونترك من یفجرك، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اللھم ایاك نعبد ولك نصلی و نسجد ولك نسعی و نحفد، نرجو رحمتك ونخشی عذابك، ان عذابك بالکفار ملحق'' اور عبید نے یہ گمان کیا ہے کہ ان تک یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ دونوں مصحف ابن مسعود میں قرآن کریم کی سورتیں ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عبدالملک بن سوید الکاہلی رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فجر کی نماز میں ان دو سورتوں کے ساتھ خشوع وخضوع کا اظہار کرتے تھے: ''اللھم انا نستعینك و نستغفرك، ونثنی علیك ولا نکفرك، ونخلع ونترك من یفجرك، اللھم ایاك نعبد، ولك نصلی ونسجد، والیك نسعی ونحفد، نرجو رحمتك ونخشی عذابك، ان عذابك بالکفار ملحق''۔

امام ابن ابی شیبہ اور محمد بن نصر رحمہما اللہ نے حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ہے ''اللھم انا نستعینك و نستغفرك، ونثنی علیك ولا نکفرك، ونخلع ونترك من یفجرك، اللھم ایاك نعبد ولك نصلی و نسجد، والیك نسعی و نحفد، نرجو رحمتك ونخشی عذابك، ان عذابك بالکفار ملحق''۔

امام محمد بن نصر رحمہ اللہ نے حضرت ابن اسحاق رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے مصحف ابی بن کعب میں کتاب الاول العتیق کے بارے پڑھا ہے۔ ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تا آخر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ

الرَّحِيْمِ قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ۔ تا آخر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ تا آخر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ''اللهم ان نستعينك ونستغفرك ونثنى عليك الخير ولا نكفرك ونخلع ونترك من يفجرك، بسم الله الرحمن اللهم اياك نعبد، ولك نصلى ونسجد، واليك نسعى ونحفد، نرجو رحمتك ونخشى عذابك، ان عذابك بالكفار ملحق۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: اَللّٰهُمَّ لَا تَنْزَعْ مَا تُعْطِيْ وَلَا يَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ، سُبْحَانَكَ وَ غُفْرَانَكَ وَحَنَانَيْكَ اِلٰهَ الْحَقِّ''۔

امام محمد بن نصر رحمہ اللہ نے حضرت یزید بن حبیب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عبدالعزیز بن مروان نے عبداللہ بن رزین عافقی کو بلا بھیجا اور انہیں کہا: قسم بخدا! میں تجھے بدسلوکی کرنے والا گمان کرتا ہوں اور میں تجھے دیکھتا ہوں کہ تو قرآن نہیں پڑھتا؟ اس نے جواب دیا: کیوں نہیں۔ قسم بخدا! میں بالیقین قرآن پڑھتا ہوں اور میں اس سے وہ بھی پڑھتا ہوں جو تم نہیں پڑھتے۔ تو عبدالعزیز نے اسے کہا: وہ کیا ہے میں قرآن کریم میں سے نہیں پڑھتا؟ اس نے کہا: قنوت۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا ہے کہ وہ قرآن میں سے ہے۔

امام محمد بن نصر رحمہ اللہ نے حضرت عطاء بن سائب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ابوعبدالرحمٰن ہمیں پڑھاتے تھے: ''اللهم انا نستعينك ونستغفرك ونثنى عليك الخير، ولا نكفرك ونؤمن بك ونخلع ونترك من يفجرك۔ اللهم اياك نعبد ولك نصلى و نسجد، واليك نسعى و نحفد، نرجو رحمتك ونخشى عذابك الجد، ان عذابك بالكفار ملحق''۔ ابوعبدالرحمٰن کا خیال ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ انہیں یہ پڑھاتے تھے اور یہ خیال کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ انہیں یہ پڑھاتے تھے۔

امام محمد بن نصر نے حضرت شعبی سے بیان کیا ہے کہ میں نے پڑھا، یا اس نے مجھے بیان کیا جس نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے کسی مصحف میں یہ سورتیں پڑھیں اللهم انا نستعينك اور دوسری ان دونوں کے درمیان بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ہے۔ ان دونوں سے پہلے مفصل میں سے دو سورتیں ہیں اور ان دونوں کے بعد بھی مفصل میں سے کچھ سورتیں ہیں۔

امام محمد بن نصر رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے کہ وہ وتر کے قنوت میں ان دو سورتوں کو پڑھنا مستحب قرار دیتے ہیں یعنی ''اللهم انا نستعينك'' اور ''اللهم اياك نعبد''۔

امام محمد بن نصر رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ وتر میں دو سورتیں پڑھتے ہیں: ''اللهم اياك نعبد'' اور ''اللهم نستعينك و نستغفرك''

محمد بن نصر نے خصیف سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عطاء بن ابی رباح سے پوچھا: میں قنوت میں کون سی شے پڑھا کروں؟ تو انہوں نے کہا: یہ دو سورتیں جو کہ قرأت ابی میں ہیں۔ یعنی ''اللهم انا نستعينك'' اور ''اللهم اياك نعبد''۔

امام محمد بن نصر رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے: ہم قنوت میں دو سورتوں سے ابتدا کرتے ہیں۔ پھر کفار کے خلاف دعا کرتے ہیں۔ پھر مومن مردوں اور مومن عورتوں کے حق میں دعا کرتے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ میں حضرت حارث بن معاقب رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے کسی نماز میں اس طرح کہا: ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ غفار غفر الله لها، واسلم سالمها الله، وشیء من جهينة و شیء من مزينة عصية عصت الله ورسوله، ورعل وذكوان ما انا قلته الله قاله''۔ حارث نے کہا: بنی اسلم اور بنی غفار کے لوگ آپس میں جھگڑ پڑے۔ بنی اسلم کے لوگوں نے کہا: اسلم کا ذکر پہلے ہوا اور بنی غفار کے لوگوں نے کہا: غفار کے ذکر سے آغاز ہوا۔ حضرت حارث رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: تو میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے پہلے غفار کا ذکر کیا۔

امام ابن ابی شیبہ اور مسلم رحمہما اللہ نے حضرت خفاف بن ایماء بن رحضۃ الغفاری رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی۔ اور جب دوسری رکعت کے رکوع سے اپنا سر اٹھایا تو کہا: ''لعن الله لحيانا ورعلا وذكوان وعصية عصت الله ورسوله اسلم سالمها الله، غفار غفر الله لها'' (کہ اللہ تعالیٰ بنی لحیان، رعل، ذکوان اور عصیہ پر لعنت کرے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم ﷺ کی نافرمانی کی ہے۔ بنی اسلم کو اللہ تعالیٰ سلامت و محفوظ رکھے اور بنی غفار کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے) پھر آپ ﷺ نے سجدہ کیا۔ جب آپ نماز مکمل کر چکے تو اپنا رخ زیبا لوگوں کی طرف کیا اور فرمایا: اے لوگو! بلاشبہ میں نے یہ نہیں کہا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ کہا ہے: ''اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ لَسْتُ قُلْتُ هٰذَا، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَالَهٗ'' (1)

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 108 (7052)، دار التاج بیروت

تذکرہ دعاء ختم قرآن

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ جب قرآن کریم ختم کرتے تو کھڑے ہو کر دعا فرماتے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے قرآن کریم پڑھا، رب کریم کی حمد بیان کی حضور نبی کریم ﷺ پر درود پاک پڑھا اور اپنے رب سے مغفرت طلب کی۔ تو اس نے تمام خیر (اور برکات) کو طلب کر لیا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابو جعفر رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما حضور نبی کریم ﷺ سے ذکر کرتے ہیں کہ جب آپ ﷺ قرآن کریم ختم کرتے تو آپ کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی محامد بیان کرتے۔ پھر کہتے: ''الحمد لله رب العالمین، الحمد لله الذی خلق السموات والارض ''سب تعریفیں اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے اندھیروں اور نور کو پیدا کیا ہے، پھر وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ہے وہ شرک کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے شرک کرنے والے جھوٹے ہیں اور وہ انتہائی بری طرح گمراہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ عرب، مجوس، یہود و نصاریٰ اور صابیوں میں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے جھوٹے ہیں۔ اور انہوں نے بھی جھوٹ کہا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹا، یا بیوی یا مد مقابل یا شبیہ، یا مثیل، یا ہمسر یا کسی کے عدیل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ پس تو ہمارا رب ہے تو اس سے برتر اور عظیم ہے کہ تیری مخلوق میں سے کسی کو تیرا شریک بنایا جائے۔ سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے نہ کسی کو بیوی بنایا اور نہ ہی بیٹا۔ بادشاہی میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور نہ ہی تابعداروں میں سے اس کا کوئی ولی ہے۔'' وکبره تکبیرا ''اور تو اس کی عظمت و کبریائی بیان کر الله الله اکبر کبیرا۔ اللہ ہی سب سے بڑا ہے'' والحمد لله کثیرا، وسبحان الله بكرة واصیلا، والحمد لله الذی انزل علی عبده الکتاب ''تا قولہ '' الا کذبا، الحمد لله الذی له ما فی السموات وما فی الارض'' تا دو آیات۔'' الحمد لله فاطر السموات والارض '' الا آخر الایتیں۔'' الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفی، الله خیر اما یشرکون، بل الله خیر وابقی واحکم واکرم واعظم مما یشرکون، فالحمد لله بل اکثرهم لا یعلمون، صدق الله وبلغت رسله، وانا علی ذلك من الشاهدین، اللهم صل علی جمیع الملائكة والمرسلین وارحم عبادك المومنین من اهل السموات والارضین، واختم لنا بخیر، وافتح لنا بخیر، وبارك لنا فی القرآن العظیم، وانفعنا بالآیات والذکر الحکیم ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم''۔

امام ابن ضریس رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے: جس نے قرآن کریم ختم کیا تو اس کی دعا مقبول ہوتی ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عطاء خراسانی رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قرآن کریم کی مجموعی سورتیں ایک سو تیرہ ہیں، پچاسی سورتیں مکی ہیں اور اٹھائیس سورتیں مدنی ہیں۔ قرآن کی کل آیات چھ ہزار سولہ ہیں۔ اور حروف قرآن کی مجموعی تعداد تین لاکھ، تیئس ہزار، چھ سو اکہتر حروف ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن کریم کے حروف کی تعداد دس لاکھ ستائیس ہزار ہے۔ پس جس نے ٹھہر ٹھہر کر اخلاص اور ثواب کی نیت سے اسے پڑھا۔ تو اس کے لیے ہر حرف کے عوض حورعین میں سے ایک زوجہ ہوگی۔" بعض علماء نے کہا ہے: حروف کی یہ تعداد اس اعتبار سے ہے کہ کچھ حروف پہلے قرآن میں تھے اور پھر انہیں لکھنا منسوخ کر دیا گیا (جب انہیں اس میں شامل کیا جائے) ورنہ اب موجودہ حروف اس تعداد کو نہیں پہنچتے۔

علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کی ابتداء میں اسباب نزول ذکر کیے ہیں اور ان کا نام رکھا ہے" العجاب فی بیان الا سباب" چھ ائمہ کے طبقہ میں سے جنہوں نے التفسیر المسند جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے وہ یہ ہیں: ابو جعفر محمد بن جریر طبری، ان کے ساتھ ملنے والوں میں سے ابو بکر محمد بن ابراہیم بن منذر نیشا پوری، اور ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم بن ادریس الرازی ہیں۔ اور ان کے شیوخ کے طبقہ میں سے عبد بن حمید نصر الکشی ہے۔ پس یہ چار تفاسیر ہیں۔ کم ہی کوئی شے ہوگی جو مرفوع، موقوف علی الصحابہ اور مقطوع عن التابعین تفسیر میں سے ان میں ذکر نہ ہو۔ اور علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے تو بہت سی ایسی اشیاء کو اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے جن میں دوسرے ان کے ساتھ شریک نہیں مثلاً تمام قرأتوں کا ذکر، اعراب (ترکیب) اور اکثر آیات پر گفتگو معانی اور بعض اقوال کو بعض پر ترجیح دینے کے لیے چیلنج کے انداز میں ہے۔ ان کے بعد جس کسی نے بھی تفسیر لکھی ہے اتنی اشیاء کو کسی نے بھی جمع نہیں کیا۔ کیونکہ آپ ان تمام امور میں قریب ترین مراتب میں تھے۔ جب کہ کسی اور پر کوئی دوسرا فن غالب ہوتا ہے اور وہ اس میں ممتاز ہو جاتا ہے اور اس کے سوا دوسرے فن میں کمزور ہوتا ہے۔ اور تابعین میں سے تفسیر کے بارے کلام کرنے میں جو مشہور ہوئے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اصحاب ہیں۔ ان میں سے کچھ ثقہ ہیں اور کچھ ضعیف۔ ثقات میں سے حضرت مجاہد اور حضرت ابن جبیر رضی اللہ عنہما ہیں اور آپ سے ابن ابی نجیح مجاہد رضی اللہ عنہ کی تفسیر روایت کی جاتی ہے اور ابن ابی نجیح تک سند قوی ہے۔ ان میں سے حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں ان سے حسن بن واقد عن یزید النحوی کی سند سے تفسیر روایت کی جاتی ہے۔ ایک سند یہ ہے اور محمد بن اسحاق عن محمد بن ابی محمد مولیٰ زید بن ثابت عن عکرمہ یا سعید بن جبیر۔ اس سند کے اس مقام پر شک ہے۔ لیکن یہ ضرر رساں نہیں کیونکہ یہ روایت ثقہ سے ہے۔ اور معاویہ بن صالح عن علی بن ابی طلحہ عن ابی عباس رضی اللہ عنہما کی سند سے بھی تفسیر مروی ہے۔ اس سند میں علی صدوق راوی ہیں۔ ان کی ملاقات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نہیں ہوئی۔ لیکن انہوں نے آپ کے ثقہ اصحاب سے روایات جمع کی ہیں۔ یہی وجہ

ہے کہ امام بخاری اور ابوحاتم وغیرہما اس نسخہ پر اعتماد کرتے ہیں۔ اور ایک سند اس طرح ہے: ابن جریج عن عطاء بن ابی رباح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ لیکن ان روایات میں جو سورۃ البقرۃ اور آل عمران سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور جو ان کے سوا ہیں وہ عطاء خراسانی ہوں گے۔ اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں کیا۔ لہٰذا وہ سند منقطع ہے۔ بجز اس سند کے جس میں ابن جریج یہ تصریح کردیں کہ اس میں عطاء بن ابی رباح مراد ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرنے والے ضعیف راویوں کی روایات میں سے وہ تفسیر ہے جو ابونصر محمد بن سائب کلبی کی طرف منسوب ہو۔ کیونکہ وہ ابوصالح سے روایت کرتے ہیں۔ اور وہ ام ہانی کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ اور پھر وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے۔ اور کلبی کو (علما جرح وتعدیل نے) کذب سے متہم کیا ہے۔ وہ بیمار ہوئے۔ تو انہوں نے اپنی حالت مرض میں اپنے اصحاب کو بتایا۔ جو کچھ بھی میں نے تمہیں ابوصالح سے بیان کیا ہے وہ سب جھوٹ ہے۔ اور کلبی کی ضعف کے سبب جو تفسیر ان سے مروی ہوگی وہ بھی اسی طرح ضعیف ہوگی۔ اور ان سے بھی بڑھ کر ضعیف راوی محمد بن مروان سدی الصغیر ہے۔ اس نے اپنے ہی مثل محمد بن مروان سے تفسیر روایت کی ہے۔ اور ایک انتہائی ضعیف راوی صالح بن محمد ترمذی ہے۔ اور راویوں میں سے جنہوں نے کلبی سے تفسیر روایت کی ہے۔ ان میں سے حضرت سفیان ثوری اور محمد بن فضیل بن غزوان ہیں۔ اور (سوء) حفظ سے پہلے کے ضعیف راویوں میں سے حضرت حبان ہیں۔ اور یہی ابن علی العنزی ہیں۔ اور ان میں سے ایک جویبر بن سعید ہیں۔ یہ کمزور راوی ہے۔ اس نے ضحاک بن مزاحم سے تفسیر بیان کی ہے۔ اور حضرت ضحاک صدوق ہیں۔ اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے آپ سے کچھ نہیں سنا۔ اور جنہوں نے حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے تفسیر بیان کی ہے ان میں علی بن الحکم ہیں۔ یہ ثقہ راوی ہے اور علی بن سلیمان ہیں۔ یہ صدوق راوی ہے اور ابوروق عطیہ بن الحرث ہیں۔ ان پر کوئی اعتراض نہیں اور ان میں سے عثمان بن عطاء خراسانی ہیں۔ یہ اپنے باپ کے واسطہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تفسیر روایت کرتے ہیں اور ان کے باپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں کیا۔ ان میں سے ایک حضرت اسماعیل بن عبدالرحمٰن السدی ہیں۔ یہ کوفہ کے رہنے والے صدوق راوی ہیں۔ لیکن انہوں نے کئی طرق سے تفسیر جمع کی ہے۔ مثلاً عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، عن مرہ بن شراحیل عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ اور کئی دیگر لوگوں کے واسطہ سے مختلف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اور دیگر افراد سے بھی۔ اور انہوں نے تمام روایات کو خلط ملط کردیا۔ لہٰذا ثقہ راویوں کی روایات ضعیف راویوں کی روایات سے ممتاز نہیں کی گئیں۔ اور نہ ہی سدی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے سوا کسی صحابی سے ملاقات کی ہے۔ اور بسا اوقات ان کا سدی صغیر سے التباس بھی لازم آجاتا ہے۔ ان میں سے ایک ابراہیم بن حکم بن ابان العدنی ہیں اور یہ ضعیف ہے۔ یہ اپنے باپ کے واسطہ سے حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے تفسیر بیان کرتا ہے۔ اور علماء نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ کیونکہ حضرت ابن عباس کے ذکر کے ساتھ بہت سی احادیث کو اس نے متصل کردیا ہے اور اس راوی سے آپ کی تفسیر عبد بن حمید نے روایت کی ہے ان میں سے ایک اسماعیل بن ابی زیاد شامی ہیں یہ بھی ضعیف راوی ہے۔ اس نے بہت سی تفاسیر جمع کی ہیں۔ ان میں صحیح بھی ہیں اور

کمزور بھی۔ یہ تبع تابعین کے دور میں تھے۔ ان میں سے ایک حضرت عطاء بن دینار ہیں۔ یہ لین اور نرم راوی ہیں۔ یہ حضرت سعید بن جبیر کے واسطہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تفسیر روایت کرتے ہیں اور ان سے آگے ابن لہیعہ نے تفسیر روایت کی ہے اور یہ ضعیف راویت ہے۔

تابعین کی تفاسیر میں سے جو قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کی جاتی ہے اس کے بھی کئی طرق ہیں۔ ان میں ایک روایت عبد الرزاق عن معمر عن قتادہ ہے۔ اور آدم بن ابی ایاس وغیرہ عن شیبان عن قتادہ کی روایت ہے۔ اور ایک یزید بن زریع عن سعید بن ابی عروبہ کی روایت ہے۔ اور ان کی تفاسیر میں سے تفسیر الربیع بن انس عن ابی العالیہ ہے۔ ابو العالیہ کا نام رفیع الریاحی ہے۔ اور بعض نے ربیع کے اوپر کسی کا نام ذکر نہیں کیا اور ان سے کئی طرق سے روایت کی جاتی ہے ان میں سے ایک ابو عبید اللہ بن ابی جعفر الرزای عن ابیہ ربیع بن انس کی روایت ہے۔ ان کی تفاسیر میں ایک مقاتل بن حیان کی تفسیر ہے۔ ان کی سند یہ ہے محمد بن مزاحم بن بکیر بن معروف عن مقاتل بن حیان۔ یہ مقاتل صدوق راوی ہے اور ایک ان کے سوا مقاتل بن سلیمان ہے جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ ضعفاء تابعین اور ان کے بعد آنے والوں کی تفاسیر میں سے زید بن اسلم کی تفسیر ہے کہ ان کے بیٹے عبد الرحمٰن ان سے روایت کرتے ہیں اور یہ بہت بڑا نسخہ ہے۔ جس کو ابن وہب اور کئی دوسروں نے عبد الرحمٰن سے اور انہوں نے اپنے باپ اور دوسروں سے روایت کیا ہے۔ اور اس میں بہت سی ایسی اشیاء ہیں کہ کوئی بھی انہیں کسی کی طرف منسوب نہیں کرتا۔ عبد الرحمٰن ضعیف راویوں میں سے ہے اور ان کا باپ ثقہ راویوں میں سے اور ان میں مقاتل بن سلیمان کی تفسیر بھی ہے۔ علماء نے اس کی نسبت کذب کی طرف کی ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ مقاتل، اللہ تعالیٰ اسے قتل کرے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے لیے یہ قول اس لیے کہا کیونکہ وہ بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنے میں مشہور تھا۔ اور اس مقاتل کی تفسیر ابو عصمہ نوح بن ابی مریم الجامع سے مروی ہے۔ علماء نے اسے بھی کذب کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور مقاتل سے حکم بن ہذیل نے بھی روایت کیا ہے اور یہ ضعیف راوی ہے۔ لیکن اس کی حالت ابو عصمہ سے بہتر ہے۔ اور ان میں سے یحییٰ بن سلام مغربی کی تفسیر ہے۔ یہ بہت بڑی تفسیر ہے۔ تقریباً چھ اجزاء میں ہے۔ اس کی اکثر روایات تابعین اور دوسروں سے منقول ہیں۔ یہ لین الحدیث راوی ہے۔ اور اس میں بہت منکر روایات بھی ہیں اور اس کے شیوخ میں سعید بن ابی عروبہ، مالک اور ثوری رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے افراد ہیں۔ اور اس کے قریب ہی سنید کی تفسیر ہے اس کا نام حسین بن داؤد ہے اور ائمہ ستہ کے شیوخ کے طبقہ سے ہیں۔ اور یہ اکثر حجاج بن محمد مصیصی اور ان جیسے افراد سے روایت کرتے ہیں۔ اور ان میں کچھ نرمی پائی جاتی ہے۔ ان کی تفسیر یحییٰ بن سلام کی تفسیر کی طرح ہے۔ اور ان سے زیادہ روایات ابن جریج نے لی ہیں۔ راویوں کی کمزوری کے سبب کمزور تفاسیر میں سے وہ ہے جسے موسیٰ بن عبد الرحمٰن ثقفی صنعانی نے جمع کیا ہے۔ یہ دو جلدوں کی مقدار ہے۔ اور وہ اسے ابن جریج عن عطاء عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ابن حبان نے موسیٰ کی نسبت وضع الحدیث کی طرف کی ہے۔ اور اس نے موسیٰ عبد الغنی بن سعید ثقفی سے اسے روایت کیا ہے اور وہ ضعیف ہے۔ اسباب نزول میں بہت سی چیزیں کتب مغازی میں پائی

جاتی ہیں۔ اوران میں سے کچھ معتمر بن سلیمان بن عن ابیہ کی روایت سے ہیں یا اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ عن عمہ موسیٰ بن عقبہ کی روایت سے ہیں وہ واقدی کی روایات کے برابر ہیں۔ انتہی

تمت بالخیر

اللہ تعالیٰ کے لاتعداد فضل وکرم اور اس کے پیارے محبوب سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نظر التفات سے آج مورخہ یکم فروری 2004ء بمطابق 9 ذی الحجہ 1423ھ بروز اتوار بوقت ساڑھے گیارہ بجے دن یہ ترجمہ اختتام پذیر ہوا۔ الحمد للہ رب العالمین۔ میرے پروردگار جو ہوا تیری توفیق سے ہوا، ورنہ میں تو کمزور اور ناتواں ہوں۔ اس حقیر کاوش کو اپنے پیارے حبیب ﷺ کے وسیلہ سے اپنی بارگاہ میں شرف قبول عطا فرما۔ اسے بندہ پر تقصیر کے گناہوں کی مغفرت کا سبب بنا، میرے والدین کے درجات کی بلندی وشرف کا وسیلہ بنا۔ اور اسے قارئین کے لیے نفع بخش بنا۔ اے میرے پروردگار! تیری اس نعمت عظمیٰ پر جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ اسے شرف قبول عطا فرما اور ہماری نجات کا ذریعہ بنا۔

امین بجاہ نبیك الکریم علیه افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔ وصلی اللہ علی خیر خلقه سیدنا و مولانا محمد وعلی آله وصحبه اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین۔